غزہ کی جنگ کس نے جیتی؟

نیری زلبر

خلاصہ

اسرائیل اور حماس کے درمیان جنگ بندی کا تازہ معاہدہ مصنف نیری زلبر کے بقول غزہ کی ایک ''دہشت گرد حکومت'' اور اس کی نام نہاد ''فتوحات'' کی بندگلی کے نظریے سے آزادی کے عہد کا آغاز ثابت ہوگا۔ واحد فائدہ جو حماس کو حاصل ہوا، یہ ہے کہ وہ مسلسل راکٹ فائر کرتا رہے، اس تلخ امید کے ساتھ کہ شاید پیش کی گئی شرائط مزید بہتر ہوسکیں۔ حماس کو کھلے فائدے نہ ملنے کا مطلب ہرگز اسرائیل کی جیت نہیں ہے۔ حماس نے بلاشبہ بہت سنجیدہ عسکری دھچکا سہا ہے۔

امید ہے کہ جنگ بندی کا تازہ ترین معاہدہ غزہ کے لیے ایک نئے عہد کا آغاز ہوگا، اس تباہ حال علاقے کے معصوم عوام کی ایک دہشت گرد حکومت اور اس کی ''فتوحات'' کی بندگلی کے نظریے سے آزادی کے عہد کا آغاز۔

اگر غزہ جنگ بندی معاہدے کی مبینہ شرائط درست ہیں تو حماس نے تقریباً دو ماہ کی جنگ اور ۲,۰۰۰ سے زیادہ فلسطینی باشندوں کی جانوں کے بدلے ماہی گیری کے لیے تین مزید بحری میل اور ۲۰۰ میٹر کی اضافی سرحدی زمین حاصل کرلی ہے۔ حماس کے رہنما کیمروں کی چکاچوند کے سامنے یہ دعوے کرسکتے ہیں کہ انہوں نے اسرائیل پر ایک عظیم فتح پائی ہے، لیکن معاہدے کی تفصیلات اور غزہ

کے ممکنہ مستقبل کے بارے میں شگون، انہیں ضرور پریشان کریں گے۔

یہ محض اتفاق نہیں کہ معاملے کے خاتمے تک قطر کے ایک ہوٹل کے آرام دہ کمرے میں بیٹھے حماس کے سیاسی رہنما خالد مشعل مبینہ طور پر اپنی ہی تحریک کے اندر مفاہمت اور مصر کی ثالثی کے ذریعے ہونے والے اس معاملے پر مبینہ ردِعمل کا سامنا کر رہے تھے۔ غزہ میں موجود حماس کے عہدیداران، کہیں کم آرام کے حامل اپنے زیرِ زمین بنکروں میں بیٹھ کر غزہ کے عوام اور حماس کے اہلکاروں اور بنیادی ڈھانچے پر جنگ کے اثرات اور اس کی قیمت کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن مشعل نے جنگ بندی کے مذاکرات کی اونچی سیاست کو ممکنہ طور پر زیادہ بہتر جانا ہے۔ واحد فائدہ جو حماس کو حاصل ہوا یہ ہے کہ وہ مسلسل راکٹ فائر کرتا رہے، اس تلخ امید کے ساتھ کہ شاید پیش کی گئی شرائط مزید بہتر ہوسکیں۔

حماس نے مشعل کی رہنمائی میں اسی محدود معاہدے کی ان مختلف اقسام کو رد کیا تھا جس پر بالآخر دستخط کر دیے ہیں...... تازہ ترین واقعہ دو ہفتے قبل پیش آیا جب تقریباً ویسی ہی مصری تجویز بھی میز پر موجود تھی۔ ابھی اتوار ہی کو مشعل نے ایک ایرانی ٹیلی وژن چینل کو بتایا تھا کہ ''اسرائیل نے مذاکرات میں ہمارے مطالبوں کا جواب نہیں دیا، [اس لیے] ہم نے جنگ بندی کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا۔''

صرف دو دن بعد، غالباً مشعل کی خواہش کے برعکس، حماس نے جنگ بندی کے اس معاہدے پر رضامندی ظاہر کر دی جو تنظیم کے ان بیشتر مطالبات پر پورا نہیں اترتا تھا جو وہ تنازع کے دوران پیش کرتی آ رہی تھی۔ غزہ کے گرد محاصرہ اٹھانے کا مرکزی مطالبہ - جو ۲۰۰۷ء میں حماس کی فلسطینی اتھارٹی کے خلاف بغاوت پر کیا گیا تھا - اسرائیل کے غیر واضح وعدوں میں بکھر چکا کہ وہ غزہ کے لیے انسانی امداد کے بہاؤ اور تعمیراتی سامان میں اضافہ کرے گا، ماہی گیروں کے لیے پانی کی حد ۳ سے بڑھا کر مذکورہ بالا ٦ ناٹیکل میل تک اضافہ کرے گا (مطالبے کے مطابق ۱۲ نہیں)، اور غزہ کی سرحد کے ساتھ اسرائیل کے سکیورٹی بفر زون میں ۳۰۰ میٹر سے ۱۰۰ میٹر تک کی درجہ بدرجہ کمی کرے گا۔

ایک علاحدہ معاہدے میں مصر نے مبینہ طور پر غزہ کے ساتھ اپنی رفح سرحد کھولنے پر رضامندی ظاہر کی، البتہ اس کی بھی بظاہر کوئی ضمانت نہیں۔ لیکن اس کے باوجود رفح کی سرحد کھلنے کا فوری طور پر کوئی امکان نہیں کیونکہ قاہرہ نے اسے سرحد پر فلسطینی اتھارٹی کے سکیورٹی اہلکاروں کی واپسی سے مشروط کیا ہے۔ پھر اس معاملے پر صرف رفح ہی نہیں بلکہ جنگ بندی کی شرائط غزہ کے تمام سرحدی راستوں کا کنٹرول حماس سے لے کر فلسطینی اتھارٹی کو دینے کا مطالبہ کرتی ہیں۔ مزید برآں، فلسطینی اتھارٹی غزہ کی انتہائی ضروری تعمیر نو میں تعاون اور رہنمائی بھی کرے گی، جس میں انسانی امداد کے لیے کمیٹی میں حماس کا ممکنہ کردار شامل ہوگا۔

جہاں تک حماس کے بڑے مطالبات کا تعلق ہے...... یعنی ایک بندرگاہ، ایک ہوائی اڈے کا قیام اور قیدیوں کی رہائی...... اس کے لیے مذاکرات جنگ بندی کے ایک ماہ بعد قاہرہ میں شروع ہوں گے اور ان کی بھی کوئی عام ضمانت نہیں ہوگی۔ ردعمل کے طور پر اسرائیل ممکنہ طور پر غزہ کو اسلحے سے پاک کرنے کا معاملہ اٹھا سکتا ہے، جو حماس جیسے مسلح گروہ کے لیے شکست فاش ہوگی۔ آخر میں حماس کے عوامی شعبہ جات کے ملازمین کی تنخواہوں کا مطالبہ بھی اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ فلسطینی اتھارٹی جانچ کا ایک جامع عمل مکمل کرے۔ حماس کا طویل عرصے سے مطالبہ ہے کہ ان ۴۰،۰۰۰ ملازمین کو ادائیگی کی جائے جنہیں مہینوں سے کچھ نہیں دیا گیا۔

مجموعی طور پر حماس کبھی بھی غزہ کا ''محاصرہ'' توڑنے کے قابل نہیں تھی، (جیسا کہ ساحلی پٹی تک رسائی اور نقل و حرکت پر مسلسل اسرائیلی و مصری شرائط) اور نہ ہی اپنے لوگوں کو ادائیگی کی ضمانت دینے کے لائق تھی۔ حالیہ تنازع نے سوائے موت اور تباہی کے کچھ نہیں دیا...... اور ساتھ ساتھ غزہ میں فلسطینی اتھارٹی کی واپسی کی راہ بھی ہموار کر دی۔ البتہ جنگ بندی کا معاہدہ اتنا مبہم اور غیر واضح ہے کہ حماس نے اسے اپنی ''فتح'' قرار دیا ہے...... ایسا تاثر جسے وہ معاہدے پر دستخط کے بعد سے عوامی ریلیوں اور جنگجویانہ سرکاری بیانات کے ذریعے مضبوط کرتے آ رہے ہیں۔

البتہ حماس کو کھلے فائدے نہ ملنے کا مطلب ہرگز اسرائیل کی جیت نہیں ہونا چاہیے۔ جنگ کے سات ہفتے، ۷۰ اموات اور اپنی آبادیوں پر پھینکے گئے ۴۰۰۰ سے زیادہ راکٹوں نے اسرائیل کے قومی مزاج سے خراج وصول کیا ہے۔ وزیراعظم بن یامین نیتن یاہو کے گزشتہ دو ہفتے سے عوامی حمایت کے گرتے اشاریے، دراصل ان میں واضح فیصلے کی کمی کے ساتھ عوام کی عدم دلچسپی کا ایک اشارہ ہے۔ تنازع کے نتیجے میں بجٹ کے اخراجات اور شرح نمو میں کمی سے ظاہر ہونے سے سامنے آنے والی اقتصادی قیمت بھی اسرائیل کے لیے غیر اہم نہیں۔ غزہ سے منسلک اسرائیل کا پورا جنوبی علاقہ راکٹ اور مارٹر گولوں کے مسلسل حملوں کی وجہ سے خالی کرنا پڑا، اور پہلی بار حماس کے راکٹ تسلسل کے ساتھ تل ابیب اور اس سے آگے تک پہنچے۔ یہاں تک کہ مختصر وقت کے لیے ملک کے واحد بین الاقوامی ایئرپورٹ سے غیر ملکی ہوائی سفر کو بھی روکنا پڑا۔

اگر منصوبے کے تحت اگلے ہفتے ملک میں حالات معمول کے مطابق بحال ہو گئے اور بچے اسکول جانا شروع ہو گئے تو قرین قیاس یہی ہے کہ نیتن یاہو اب اسرائیلی عوام کی مختصر یادداشت کا فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ آخری بار نومبر ۲۰۱۲ء میں جب نیتن یاہو نے حماس کے خلاف جنگ لڑی تھی تو انہوں نے بالکل ایسا ہی معاہدہ تراشا تھا اور آٹھ دنوں میں تنازع کا خاتمہ کر دیا تھا۔ جنوبی علاقوں کے شہریوں نے ایک تصویر کے ذریعے اس اقدام کی مخالفت کی تھی، جیسا کہ وہ اب بھی کر رہے ہیں، جس میں فوج کے ریزرو افسران ظاہر کیے گئے ہیں جو نقصان میں رہنے والی بی بی کو نکال رہے ہیں۔ (بی بی نتن یاہو کا عرف ہے۔) اور یہ تصویر بیشتر اخبارات کے صفحہ اول پر شائع ہوئی۔ اس مرتبہ سیاسی اکھاڑے میں، خاص طور پر حکومتی اتحادیوں میں، جوابی ردعمل زیادہ غضب ناک ہوگا۔ قبل از وقت انتخابات پر جنگ کے آغاز سے پہلے ہی بحث جاری تھی۔ اب دائیں بازو کے مخالفین خاص طور پر وزیر خارجہ اویگدور لیبرمین اور وزیر معیشت نفتالی بینیٹ نیتن یاہو کے حماس کے ساتھ بالواسطہ مذاکرات کو اپنی مہمات کے لیے لانچنگ پیڈز کی حیثیت سے استعمال کریں گے۔

یہ ایک ایسا خطرہ تھا جسے نیتن یاہو مول لینا چاہتے تھے، شاید اس لیے کہ حماس کے مقابلے میں دستیاب دیگر تمام آپشنز انتہائی ناگوار ہیں۔ اسرائیلی وزیراعظم مہم کے مقاصد کو تسلسل کے ساتھ محدود کر رہے ہیں، اور صرف اس امر پر راضی ہیں کہ ''اسرائیل کے شہریوں کو سکون واپس دلایا جائے'' جسے انہوں نے اب حاصل بھی کر لیا ہے۔ حماس نے بلاشبہ بہت سنجیدہ عسکری دھچکا سہا ہے، اس کے تزویراتی اسلحہ خانے (طویل فاصلے کے راکٹ اور جارحانہ کارروائیوں کے لیے بنائی گئی سرنگوں) کا بیشتر حصہ تباہ ہو چکا ہے۔ غزہ کی سرحدوں پر زیادہ جارحانہ نگرانی کرنے والی حکومت کے ساتھ جنگ بندی کے معاہدے کی اجازت نے حماس کی دوبارہ اسلحہ جمع کرنے کی اہلیت پر سنجیدہ سوالات پیدا کر دیے ہیں۔ فلسطینی اتھارٹی کی غزہ میں واپسی بلاشبہ مشکل اور غیر متوازی ہوگی، لیکن نیتن یاہو نے اپنے سابقہ رقیب فلسطینی اتھارٹی کے محمود عباس کے غزہ میں ممکنہ کردار کے حوالے سے عوامی سطح پر بات کرتے ہوئے اپنے لہجے میں کچھ نرمی پیدا کی ہے۔

اگر جنگ بندی کا ڈھانچہ اور غزہ کے لیے فلسطینی اتھارٹی کی سکیورٹی افواج اور بین الاقوامی نگرانی کا میکانزم ناکام ہو گیا تو؟ تب بھی، اسرائیل اور مصر خطے پر تنازع سے پہلے والی اپنی گرفت برقرار رکھیں گے۔ یہ سب کچھ غزہ میں نامعلوم دورانیہ اور لاگت کی کسی زمینی جنگی مہم کے بغیر (فلسطینی اور اسرائیلی زندگیوں کے حوالے سے بھی اور اسرائیل کی بین الاقوامی ساکھ کی نسبت سے بھی)، خطے پر دوبارہ قبضے کو تو چھوڑ ہی دیں جس کا مطالبہ اسرائیلی دائیں بازو کے کئی افراد کر رہے ہیں۔ نیتن یاہو نے عام دباؤ کے سامنے سر نہیں جھکایا، اور معاہدے پر رضامندی کا دانشمندانہ فیصلہ کیا، جس نے ایسی جنگ کا خاتمہ کیا جسے وہ دل سے ختم ہوتا نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

چاہے جنگ بندی کا معاہدہ قائم رہے یا غزہ کے لیے زیادہ پائیدار حل میں تبدیل ہو جائے لیکن اس موقع پر یہ مبہم ہے۔ منگل کو غزہ شہر کی ٹوٹی پھوٹی اور ملبے سے ڈھکی ہوئی سڑکوں پر حماس کے رہنما اپنے بنکروں سے باہر نکلے اور عوام سے خطاب کیا، حالانکہ وہ کئی ہفتوں سے عوام میں نظر نہیں آئے

تھے، اور اپنی فتح کا اعلان کیا۔ ''جو ہو چکا وہ آخر نہیں ہے'' حماس کے ایک اہم ترجمان نے واضح کیا، ''بلکہ اسرائیلی دشمن کے ساتھ اس جنگ کے کئی مراحل میں سے ایک مرحلہ ہے، یہاں تک کہ ہم اپنے لوگوں، اپنی زمین اور اپنے مقدس مقامات کو آزاد کروائیں۔'' جنگ بندی ایک مہینے میں بھی ختم ہو سکتی ہے، یا اسرائیل اور حماس کے مابین پچھلے چند مراحل کی طرح کچھ سالوں میں بھی۔ لیکن امید ہے کہ تازہ ترین جنگ اور جنگ بندی کا معاہدہ غزہ کے لیے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا...... بے گناہ افراد کی اس تباہ حال بستی پر ایک دہشت گرد حکومت کے بند گلی کے نظریے اور اس کی مزید ''فتوحات'' سے آزادی کے عہد کا۔

[نیری زلبر، واشنگٹن انسٹی ٹیوٹ کے وزیٹنگ اسکالر، صحافی اور مشرق وسطیٰ کی سیاست وثقافت پر ایک محقق ہیں۔ وہ اسرائیل میں پلے بڑھے اور سنگاپور، اسپین اور امریکہ سے بھی تعلیم پائی۔]

(ترجمہ: فہد کبیر)

Source: http://www.washingtoninstitute.org/policy-analysis/view/who-won-the-gaza-war-not-hamas

---